حضرت مولانا عبدالحمید صاحب سواتی ۔ مدرسہ نصرۃ الاسلام گوجرانوالہ

مسئلہ توسّل پر ایک نظر

شرعی نصوص اور مسلک دیوبند کی روشنی میں

اس سے پر جملہ اکابر علماء ومحدثین وفقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ دعا میں توسل بالاعمال الصالحہ درست ہے۔ جس کے استدلال میں صحیحین کی وہ روایت شاہد ہے جس میں تین آدمیوں کا ذکر ہے، جو کسی پہاڑی غار کے اندر پھنس گئے تھے اور اعمال صالحہ کا توسل کرکے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگی اور اس مصیبت سے رہائی حاصل کی۔ یہ تو متفق علیہ امر ہے، اب اس میں بعض حضرات کا اختلاف ہے کہ توسل کسی کی ذات کے ساتھ درست ہے یا نہیں، لیکن جمہور علماء اور محدثین وفقہاء اس کے جواز کے قائل ہیں۔ چنانچہ کوئی شخص اگر اپنی دعا میں یوں کہے کہ الٰہی بحرمت یا بوسیلہ یا بطفیل یا بوجاہت یا بصدقہ یا بحق یا ببرکت یا بجاہ فلاں میری اس حاجت کو پورا فرما دے۔ تو اس طرح دعا کرنے میں کوئی خرابی نہیں یہ جائز اور مباح ہے۔ اصل اصول تو دعا کی قبولیت کا یہ ہے کہ سب سے پہلے دعا کرنے والا اللہ کی حمد وثنا کرے اس کے بعد درود شریف پڑھے پھر دعا مانگے جیسا کہ احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحت کے ساتھ مروی ہے۔ یہ درود شریف کا پڑھنا بھی ایک قسم کا توسل ہے۔ اسی طرح اگر دعا میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا توسل کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مولانا نانوتویؒ نے اپنے مناجاتی قصیدہ میں فرمایا ہے ؎

بذات پاک خود کآن اصل ہستی است ۔۔۔ ازو قائم بلندیہا و پستی ست

یا اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسماء پاک کا واسطہ پیش کرے تو یہ بھی بلاشک وشبہ درست ہے یہ سب توسل کے لئے ہوتا ہے۔ اللّٰھم انی اسئلک بذاتک وبصفاتک وباسمائک وبعظمتک وبجلالک وبوجہک الکریم وبعرشک العظیم ۔ یا جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا

میں یہ بات سکھلائی اللّٰھم ارحمنی بالقرآن العظیم کہ اے اللہ مجھ پر رحم فرما قرآنِ عظیم کی برکت سے
سعدیؒ کا یہ شعر زبان زد خلائق ہے جو دعا میں ہمیشہ پڑھا جاتا ہے ؎

الٰہی بحق بنی فاطمہ کہ بر قولِ ایماں کنم خاتمہ

اے اللہ حضرت فاطمہؓ کی اولاد کے حق اور طفیل سے میرا خاتمہ ایمان پر ہو ایک دوسرا شعر ہے جس میں سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

بحقت کہ چشمم ز باطل بدوز بنورت کہ فردا بنارم مسوز

اے خداوند کریم میں تجھ کو تیرے حق کا واسطہ دیتا ہوں کہ میری آنکھ کو باطل کی طرف سے بند کر دے اور میں تجھ سے تیرے نور کے واسطے سے التجا کرتا ہوں کل قیامت کو مجھے آگ سے نہ جلانا اسی طرح ابن ماجہ شریف کی وہ روایت جس میں بمشائی لفظ ہے (کہ اے اللہ میرے اس چلنے کے حق اور وسیلہ سے میرے اس کام کو پورا کر دے) کا ذکر ہی ہے اس کے جواز میں تو کوئی کلام ہی نہیں اسی طرح بعض دعوات میں آیا ہے: اسئلك بحق السائلين فان للسائل عليك حقا۔ الخ (کہ میں تجھ سے سائلین کے حق کے واسطے سے دعا کرتا ہوں کیونکہ سائلین کا بھی تجھ پر حق ہے۔) اس میں بھی اس طرف اشارہ موجود ہے۔
اب ہم مناسب خیال کرتے ہیں کہ چند دلائل اس بارہ میں قرآن و حدیث سے اور بزرگانِ دین کے اقوال سے ذکر کریں تاکہ مسئلہ کی حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے:

۱۔ وکان حقا علینا نصر المؤمنین (روم آیت) وفی تفسیر ابن کثیرؒ تحت قولہ تعالیٰ وکان حقا علینا نصر المؤمنین روی بن ابی حاتم حدثنا ابن نفیل حدثنا موسیٰ بن اعین عن لیث عن شھر بن حوشب عن ام الدرداء عن ابی الدرداءؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من امرء مسلم یرد عن عرض

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حق ہے ہم پر ایمان والوں کی مدد و نصرت کرنا تفسیر ابن کثیرؒ میں اس آیت کے تحت ابن ابی حاتم کے حوالہ سے حضرت ابو الدرداءؓ کی روایت نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جو مسلم اپنے مسلم بھائی کی عزت و ناموس کی طرف سے دفاع کریگا تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ قیامت والے دن اس سے جہنم کی آگ کو ہٹا دے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

اخیہ الا کان حقا علی اللہ ان یرد عنہ نار جہنم یوم القیامۃ ثم تلا ھذہ الآیۃ وکان حقا الآیۃ۔

وفی المظہری ص۲۵۲ تحت ھذہ الآیۃ بعد نقل الروایۃ "اخرجہ الترمذی وحسنہ واخرجہ اسحاق بن راھویہ والطبرانی وغیرھما من حدیث اسماء بنت یزید۔

اور تفسیر مظہری میں اسی آیت کے تحت اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حضرت قاضی ثناء اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام ترمذی نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے اور اس کی سند کی تحسین کی ہے۔ نیز اسکو امام اسحاق بن راہویہ اور طبرانی اوران کے علاوہ دوسرے محدثین نے بھی حضرت اسماء بنت یزید کی روایت سے بیان کیا ہے۔

۲۔ عن معاذؓ قال کنت ردف النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی حمار لیس بینی وبینہ الا مؤخرۃ الرحل فقال یا معاذ ھل تدری ما حق اللہ علی عبادہ وما حق العباد علی اللہ قلت اللہ ورسولہ اعلم قال فان حق اللہ علی العباد ان یعبدوہ ولا یشرکوا بہ شیئاً وحق العباد علی اللہ ان لا یعذب من لا یشرک بہ شیئاً فقلت یا رسول اللہ افلا ابشر بہ الناس قال لا تبشرھم فیتکلوا۔ [1]

حضرت معاذؓ روایت فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ردیف تھا ایک گدھے پر آپ کے درمیان اور میرے درمیان صرف پالان کے پچھلے حصہ کا فاصلہ تھا۔ یعنی میں بالکل آپ کے قریب تھا آپ نے فرمایا معاذ جانتے ہو اللہ تعالیٰ کا کیا حق ہے بندوں پر اور بندوں کا کیا حق ہے اللہ تعالیٰ پر۔ معاذ نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے اسکی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا حق یہ ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کریں تو اللہ تعالیٰ نہیں بخش دیں۔ معاذ نے کہا کیا حضور کیا میں لوگوں کو اسکی بشارت نہ سنا دوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ اگر تم لوگوں کو اسکی بشارت سنا دو گے تو وہ کام کرنے سے رک جائیں گے۔ اور اسی پر بھروسہ کرلیں گے۔

۳۔ عن ثوبانؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من عبد مسلم یقول اذا امسی واذا اصبح ثلثاً رضیت باللہ رباً وبالاسلام دیناً وبمحمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبیاً

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان بندہ صبح اور شام تین مرتبہ یہ دعا مانگتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو رب مانتا ہوں اور اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مان کر راضی ہوا ہوں تو

[1] مشکوٰۃ ص۱۴ متفق علیہ

الاکان حقا علی اللہ ان یرضیہ یوم القیامۃ۔ [1]

اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ ایسے شخص کو قیامت والے دن راضی کر دے۔

۴۔ عن معاذ بن جبلؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من صام رمضان و صلی الصلوٰۃ وحج البیت لا ادری اذکر الزکوٰۃ ام لا الاکان حقا علی اللہ ان یغفر لہ ان ھاجر فی سبیل اللہ او مکث بارضہ التی ولد بہا۔ الحدیث [2]

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور نماز پڑھی اور بیت اللہ کا حج کیا۔۔ (حضرت معاذ فرماتے ہیں کہ) مجھے یاد نہیں کہ حضور نے زکوٰۃ کا ذکر کیا یا نہیں تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس بندے کو بخش دے چاہے وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرے یا اسی زمین میں ٹھہرا رہے جہاں پیدا ہوا ہے۔

۵۔ انس بن مالکؓ قال کان اخوان علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان احدھما یاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والآخر یحترف فشکا المحترف اخاہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لعلک ترزق بہ۔ [3]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو بھائی تھے۔ ایک حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا رہتا تھا، اور دوسرا بھائی پیشہ کرتا تھا چنانچہ اسی پیشہ کرنے والے نے اپنے بھائی کی شکایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے کیا خبر شاید تجھے اسکی برکت سے روزی ملتی ہو۔

۶۔ عن ابی الدرداءؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ابغونی فی ضعفائکم فانما ترزقون او تنصرون بضعفائکم۔ [4]

حضرت ابو درداءؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ مجھے اپنے ضعیفوں اور کمزوروں میں تلاش کرو یعنی اگر میری رضا مطلوب ہو تو کمزوروں اور ضعیفوں کو راضی کرو میری رضا حاصل ہو گی، بیشک تمہیں روزی ملتی ہے یا تمہاری امداد کی جاتی ہے ضعیفوں کے طفیل۔

۷۔ عن امیہ بن خالد بن عبد اللہ بن اسیدؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یستفتح بصعالیک المہاجرین۔ [illegible] وبرکۃ [illegible] فی النہایۃ

حضرت امیہ بن خالد بن عبد اللہ بن اسیدؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فقرائے مہاجرین کی برکت سے فتح و نصرت کی دعا کیا کرتے تھے [illegible]

---

[1] احمد ترمذی ... مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۱ [2] ترمذی صفحہ ۳۶۲ [3] ترمذی ۳۲۹ [4] ابوداؤد ، مشکوٰۃ [illegible]

ای یستنصر بہم ومنہ قولہ تعالیٰ
ان تستفتحوا فقد جاءکم الفتح
وقال ابن الملک بان یقول اللھم
انصرنا علی الاعداء بحق عبادک الفقراء
المہاجرین وفیہ تعظیم الفقراء والرغبۃ
الی دعاءھم والتبرک بوجودھم ؎

سے مدد اور نصرت طلب کرتے تھے جیسا کہ
ان تستفتحوا کی آیت میں یہی معنی مراد لیا گیا ہے
محدث ابن ملکؒ فرماتے ہیں کہ اپنی دعا میں یوں
کہے کہ اے اللہ ہمیں دشمنوں پر غلبہ عطا فرما اپنے
بندے فقراء مہاجرین کے حق سے اور اس میں اشارہ
ہے فقراء کی تعظیم کی طرف اور ان سے دعا کرانے
کی رغبت ہے اور ان کی ذات سے تبرک حاصل کرنے کی طرف ـــــــــ

جیسا کہ بلغۃ الحیران ص ۳۰ میں ہے کہ "یعنی اے اہل کتاب پہلے تو تم کہتے تھے کہ رسول خاتم النبیین جو کہ آنے والے ہیں اس کے ہمراہ ہو کر جنگ کریں گے اس رسول کے وسیلہ سے فتح کی دعا مانگتے تھے جیسا کہ قال تعالیٰ وکانوا یستفتحون علی الذین کفروا - الخ اب وہ رسول آخر الزمان آگیا ہے۔" اسی طرح بلغۃ الحیران ص میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے قول "مجھے مصیبت کے وقت پکارو" کی توجیہ اس طرح کی گئی ہے کہ اذکرنی۔ اس کا معنی یہ ہے کہ میرے توسل سے دعا مانگو۔

۸ ـــ عن عثمان بن حنیفؓ ان اعمیٰ اتی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال
یا رسول اللہ ادع اللہ ان یکشف لی
عن بصری قال او ادعک قال یا رسول
اللہ انہ قد شق علی ذھاب بصری
قال فانطلق فتوضأ ثم صل رکعتین
ثم قل اللھم انی اسئلک واتوجہ
الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی
اتوجہ الی ربی بک ان یکشف لی
عن بصری اللھم شفعہ فیّ وشفعنی
فی نفسی" فرجع وقد کشف اللہ عن
بصرہ رواہ الترمذی قال حدیث

حضرت عثمان بن حنیف سے روایت ہے کہ
ایک نابینا شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت اقدس میں آیا اور اس نے عرض کیا کہ
حضرت آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ
میری آنکھوں کی بینائی کھول دے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تجھے اسی حالت
پر کیوں نہ چھوڑ دوں، اس شخص نے عرض کیا۔ کہ
حضور میری آنکھوں کی روشنی چلے جانے سے
مجھے بڑی تکلیف ہے۔ حضور نے فرمایا اچھا جاؤ
وضو کرو پھر دو رکعت نماز پڑھو اس کے بعد اس
طرح دعا کرو کہ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں
اور اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تیری طرف

؎ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ؎ ص ۳۳

حسن صحیح غریب والنسائی واللفظ له
وابن ماجه وابن خزیمة فی صحیحه
والحاکم وقال صحیح علی شرط البخاری
ومسلم ولیس عند الترمذی ثم
صلی رکعتین انما قال فامره ان
یتوضأ فیحسن الوضوء ثم یدعو
بهذا الدعاء فذکر بنحوه ورواه
فی الدعوات ورواه الطبرانی[1]
وذکر فی اوله قصة وهو ان رجلا
کان یختلف الی عثمان بن عفان رضی
فی حاجة له وکان عثمان لایلتفت الیه
ولا ینظر فی حاجته فلقی عثمان بن
حنیف فشکا ذالک الیه فقال له
عثمان بن حنیف ائت المیضاة
فتوضأ ثم ائت المسجد فصل فیه
رکعتین ثم قل اللهم انی اسئلک
واتوجه الیک بنبینا محمد صلی الله
علیه وسلم نبی الرحمة یا محمد انی
اتوجه بک الی ربی فیقضی حاجتی
وتذکر حاجتک ورح حتی اروح
معک فانطلق الرجل فصنع ما
قال ثم اتی الی بابه عثمان فجاء

متوجہ کرتا ہوں جو رحمت والے نبی ہیں۔ اے محمد
صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو متوجہ کرتا ہوں اپنے
رب کی طرف تاکہ وہ میری آنکھوں کی بینائی کھول
دے اے اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت
میرے حق میں قبول فرما اور میرے حق میں ان کو
شفیع بنا دے؛ اس کے بعد وہ شخص واپس لوٹا
اس حالت میں کہ اللہ تعالیٰ نے اسکی بینائی لوٹا دی۔
اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب میں روایت
کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب
ہے اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے اور یہ
الفاظ نسائی ہی کے ہیں اور ابن ماجہ نے بھی اس
کو روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ نے اس کو اپنی صحیح
میں روایت کیا ہے اور حاکم نے بھی روایت کیا
ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے اور بخاری
اور مسلم کی شرط پر ہے۔ البتہ امام ترمذیؒ نے
جو روایت بیان کی ہے اس میں دو رکعت پڑھنے
کا ذکر نہیں ہے بلکہ اس میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے یہ فرمایا کہ وہ
اچھی طرح وضو کرے اور پھر یہ دعا مانگے اس
حدیث کو امام ترمذی نے کتاب الدعوات میں
بیان کیا ہے اور اس حدیث کو طبرانی نے بھی
روایت کیا ہے اور اسکی ابتداء میں ایک واقعہ

---

[1] اس روایت کو طبرانیؒ نے معجم صغیر ص۱۰۳ میں بیان کیا ہے اور نیز سبکیؒ نے شفاء السقام میں بیان کیا ہے طبرانیؒ نے اسکو معجم کبیر میں بھی روایت کیا ہے۔ حضرت عثمان بن حنیفؓ کے ترجمہ (حالات) میں اور یہ طبرانی کے جزء ۵ میں ہے۔ ۱۲ سواتی۔

البواب حتى اخذ بيده فادخله على عثمان بن عفانؓ فاجلسه معه على الطنفسة قال ما حاجتك فذكر حاجته فقضاها له ثم قال ما ذكرت حاجتك حتى هذه الساعة وقال ما كانت لك من حاجة فائتنا ثم ان الرجل خرج من عنده فلقي عثمان بن حنيف فقال له جزاك الله خيراً ما كان ينظر في حاجتي ولا يلتفت الي حتى كلمته فقال عثمان بن حنيف والله ما كلمته ولكن شهدت رسول الله صلى الله عليه وسلم واتاه رجل ضرير فشكا اليه ذهاب بصره فقال النبي صلى الله عليه وسلم او تصبر فقال يا رسول الله انه ليس لي قائد وقد شق علي فقال النبي صلى الله عليه وسلم ائت الميضاة فتوضأ ثم صل ركعتين ثم ادع بهذه الدعوات فقال عثمان بن حنيف فوالله ما تفرقنا وطال بنا الحديث حتى دخل علينا الرجل كانه لم يكن له ضر قط قال الطبراني بعد ذكر طرقه والحديث صحيح[1]

بیان کیا ہے کہ ایک شخص اپنے کسی مقصد کے لئے حضرت عثمان بن عفانؓ کی خدمت میں مختلف اوقات آتا جاتا تھا لیکن حضرت عثمانؓ اسکی طرف التفات نہیں فرماتے تھے اور اسکی حاجت کیطرف توجہ نہیں کرتے تھے وہ شخص حضرت عثمان بن حنیفؓ سے ملا اور اس بارہ میں شکوہ کیا (کہ حضرت عثمانؓ میری حاجت کیطرف توجہ نہیں فرماتے) حضرت عثمانؓ بن حنیف نے اس شخص سے کہا کہ وضو کی جگہ پہ جاکر وضو کرو پھر مسجد میں جاکر دو رکعت نماز پڑھو اور پھر اسطرح دعا کرو۔ "اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف میں اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو متوجہ کرتا ہوں جو رحمت والے نبی ہیں۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کو اپنے رب کیطرف متوجہ کرتا ہوں (سفارشی بناتا ہوں) کہ میری حاجت پوری کردی جائے" اور اس کے بعد اپنی حاجت کا ذکر کرو پھر میرے پاس آؤ تاکہ میں تمہارے ساتھ حضرت عثمانؓ کے پاس جاؤں چنانچہ اس شخص نے حضرت

---

[1] الترغیب والترہیب للمنذریؒ ج ۱ ص ۲۴۲ - اس حدیث کو طبرانی نے بھی اپنی معجم صغیر ص ۱۰۳ اور ص ۱۰۴ میں کئی سندوں کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور آخر میں کہا ہے کہ اس حدیث کو شعبہ نے ابی جعفر خطمی (جن کا نام عمیر بن یزید ہے اور وہ ثقہ ہے) سے روایت کیا ہے اور پھر اس روایت کو حضرت شعبہ سے صرف عثمان بن عمر بن فارس نے ہی روایت کیا ہے اور حدیث صحیح ہے۔ اور کوکب الدری کے حاشیہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نے نقل کیا ہے کہ "والحدیث صححہ الحاکم واقرہ علیہ الذہبی" یعنی اس حدیث کی امام حاکمؒ نے تصحیح کی ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی اس کو اسی طرح برقرار رکھا ہے۔ ۱۲ سواتی

عثمان بن حنیف کے فرمان پر عمل کیا اور پھر حضرت عثمانؓ کے دروازے پر آیا دربان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچا دیا۔ حضرت عثمانؓ نے اسے اپنے ساتھ چٹائی پر بٹھایا اور پوچھا کہ تمہارا کیا کام ہے۔ اس نے اپنا مقصد بیان کیا حضرت عثمانؓ نے وہ پورا کر دیا اور پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ تمہارا کام مجھے یاد ہی نہیں رہا حتیٰ کہ یہ وقت آگیا اور پھر فرمایا کہ تمہارا جو کام ہو ہمارے ہاں چلے آنا پھر وہ شخص وہاں سے نکل کر حضرت عثمان بن حنیفؓ سے ملا اور اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے حضرت عثمان بن عفانؓ تو میری ضرورت کی طرف نگاہ نہیں اٹھاتے تھے اور میری طرف التفات و توجہ نہیں کرتے تھے۔ جب تک کہ آپ نے ان سے میرے بارے میں گفتگو نہیں کی حضرت عثمان بن حنیف نے فرمایا کہ بخدا میں نے تو ان سے کوئی گفتگو نہیں کی بلکہ میں نے دیکھا ہے کہ ایک نابینا شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے حضورؐ کے سامنے اپنے نابینا ہونے کی تکلیف کا اظہار کیا حضورؐ نے فرمایا کیا تم صبر نہیں کرتے اس شخص نے عرض کیا کہ حضور میرا قائد (رہنما) کوئی نہیں اور مجھے بڑی تکلیف ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ وضو کرو اور پھر دو رکعت نماز پڑھو اور اس کے بعد یہ دعا مانگو۔ حضرت عثمان بن حنیفؓ فرماتے ہیں کہ بخدا ابھی ہم مجلس سے جدا بھی نہیں ہوئے تھے کیونکہ ہماری مجلس میں بات چیت دراز ہو گئی تھی کہ وہ نابینا شخص آیا تو ایسا تھا کہ گویا اسکو اس سے قبل کوئی تکلیف نہیں پہنچی یعنی اس کی بینائی آنکھوں میں بالکل صحیح حالت میں ہو گئی۔ طبرانی نے اس حدیث کے متعدد طرق (مختلف سندیں) ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

یہ حدیث نص صریح ہے، اس بات پر کہ وفات کے بعد توسل بالذات کرنا جائز اور صحیح ہے ———

بعض حضرات صاحب ہدایہ کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں، اور یہ تقریباً فقہ کی دوسری کتابوں میں بھی موجود ہے۔

ویکرہ ان یقول فی دعائہ بحق	اور مکروہ ہے کہ کوئی شخص اپنی دعا میں یوں کہے
فلان او بحق انبیائک ورسلک	کہ بحق فلاں یا بحق انبیاء و رسلک کیونکہ مخلوق کا
لانہ لاحق للمخلوق علی الخالق[1]	کوئی حق نہیں خالق پر۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ عبارت اپنے اطلاق پر نہیں ہے ورنہ مندرجہ بالا احادیث بالکل اس کے خلاف واقع ہوں گی اصل بات یہ ہے کہ صاحب ہدایہ معتزلہ کے عقیدہ کی تردید کر رہے ہیں اور اس رد کے سبب

---

[1] ہدایہ اخیرین ص۴۵۵

ہی فقہاء گویا اپنے سامنے معتزلہ کو رکھ کر ایسی عبارتیں لکھتے رہتے ہیں کیونکہ معتزلہ کا عقیدہ ہے۔ وجوب اصلح علی اللہ یعنی جو چیز بندے کے لئے اصلح ہو وہ اللہ پر واجب ہے۔ اس اعتقاد کی تردید کے لئے صاحب ہدایہ نے یہ فرمایا یہ بات دلیل سے بالکل واضح ہے۔ لیکن وہ حق جو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے اختیار اور فضل سے اپنے ذمہ لیا ہے۔ اس کی تردید نہیں اور احادیث وآیات میں اسی حق کا ذکر ہے (حق الفضل والکرم لاحق الوجوب) دعا میں اسی حق کا واسطہ دیا جاتا ہے۔ کیونکہ صاحب ہدایہ نے اس سے قبل یہ لکھا ہے کہ:

قال (صاحب جامع الصغیر) ویکرہ	یعنی مکروہ ہے کہ کوئی شخص یہ کہے اپنی
ان یقول الرجل فی دعائہ اسئلك	دعا میں کہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے
بمعقد العز من عرشك .	عرش کے مقام عزت کے واسطے سے۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اس لفظ کو دو طرح پڑھا گیا ہے۔ معقد اور مقعد یہ ثانی بلاشبہ مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ قعود سے مشتق ہے۔ (اب اللہ تعالیٰ کو قعود علی العرش کے وصف سے موصوف کرنا بالکل غلط ہے۔ اور یہ تو فرقہ مجسمہ کا مذہب ہے جو باطل ہے) اور اگر یہ معقد ہو تو یہ اس لئے مکروہ ہے کہ یہ توہم ہے اس بات کا کہ عزت کا تعلق عرش کے ساتھ ہے۔ (اس سے یہ وہم ہو گا کہ یہ عزت بھی حادث ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق محدث کے ساتھ ہوا یعنی عرش کے ساتھ حالانکہ عزت تو اللہ تعالیٰ کی صفت قدیمہ ہے۔ ہمیشہ اس کے ساتھ موصوف تھا اور رہے گا۔) اور عرش محدث ہے اور اللہ تعالیٰ بجمیع صفات قدیم ہے۔ لیکن امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ ایسا اپنی دعا میں کہنے سے کوئی حرج نہیں اور یہی مسلک فقیہ ابو اللیثؒ نے اختیار کیا ہے۔ کیونکہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثور ہے۔ (جیسا کہ بیہقی نے دعوات کبیر میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں فرماتے تھے "اللھم انی اسئلك بمعقد العز من عرشك ومنتھی الرحمۃ من کتابك وباسمك الاعظم وجدك الاعلی وکلماتك التامۃ" لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ خبر واحد ہے۔ اور احتیاط اس سے رک جانے میں ہے" ظاہر ہے کہ صاحب ہدایہ اور اس قسم کے دوسرے فقہاء کرام کے سامنے باطل فرقے مثلاً مجسمہ اور معتزلہ کا عقیدہ ہے، اس کی تردید منظور ہے نہ کہ مطلقاً عدم جواز ورنہ ان مذکورہ الصدر احادیث کا کچھ معنی نہیں بن سکے گا۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کا ارشاد ہے:

ومن ادب الدعاء تقدیم الدعاء علی اللہ	اور دعا کے آداب میں یہ ہے کہ دعا مانگنے

والتوسل بنبی اللہ لیستجاب بہ ۱؎ سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ توسل کرے تاکہ دعا مستجاب ہو۔ (درود بھی توسل کی ایک صورت ہے۔)

حضرت مولانا حسین علیؒ فرماتے ہیں کہ:

"قاعدہ جلیلہ ص۹۹ میں ہے وسیلہ پکڑنا ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیچ دعا کے بعد وفات کے بعض صحابہ اور تابعین اور امام احمد وغیرہ سے منقول ہے اس کا معنی ہے اسئلک بنبیک محمد ای اسئلک بایمانی بہ و بمحبتہ (یعنی میں تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور محبت کے طفیل سے سوال کرتا ہوں) ص۳۵ میں ہے التوسل بالایمان والطاعۃ اصل الایمان۔ یعنی ایمان اور طاعت کے ساتھ توسل کرنا تو اصل ایمان ہے۔" ۲؎

حضرت خواجہ محمد عثمانؒ فرماتے ہیں کہ:

و باید مرید را کہ توسل کند بحق تعالیٰ بمشائخ کرام خود در یک وقت از روز و شب اولیٰ بعد از تہجد است و اگر دو وقت کند اولیٰ تر است و طریقش اینکہ بخواند فاتحہ را و اخلاص را سہ بار باز گوید الٰہی برسان ثواب آنچہ خواندہ ام بروح مقدس سید المرسلین و شفیع المذنبین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم و بارواح طیبہ جمیع انبیاء و مرسلین و ملائکہ

اور مرید کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے مشائخ کرام کیساتھ شب و روز میں ایک دفعہ وسیلہ کرے اور بہتر وقت تہجد کے بعد ہے اگر دو وقت کرے تو زیادہ بہتر ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ فاتحہ ایک بار پڑھے اور تین بار سورۃ اخلاص پڑھے اور پھر کہے کہ الٰہی جو کچھ میں نے پڑھا ہے۔ اس کا ثواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس پہنچا دے

۱؎ حجۃ اللہ البالغۃ ص۲۰۴ ج۱ ۔ ۲؎ البیان فی تفسیر القرآن ص۹۶

۳؎ اس کے حاشیہ پر حضرت مولانا حسین علیؒ فرماتے ہیں کہ:

حضرت قبلۂ ما فرمودند بعد از ہر نماز فرض دعائے از حق تعالیٰ بواسطہ حضرات قدس اللہ اسرارہم بخوانند۔

ہمارے قبلہ مرشد صاحب نے فرمایا ہے کہ ہر نماز فرض کے بعد دعا اللہ تعالیٰ سے کرے بواسطہ حضرات مشائخ رحہ

و مقربین و صحابہ و تابعین و اولیاء و صالحین خصوصاً حضرات نقشبندیہ احمدیہ قدس اللہ اسرارھم و بعد ازاں بگوید۔	اور تمام انبیاء اور مرسلین کی ارواح اور ملائکہ و مقربین اور صحابہ اور تابعین اولیاء اور صالحین خصوصاً حضرات نقشبندیہ احمدیہ کے ارواح کو۔۔۔

اور پھر اس کے بعد یوں کہے :

الٰہی بحرمت شفیع المذنبین۔ الخ۔

الٰہی بحرمت غوث اوان قطب زمان حضرت شاہ ابوسعید احمدیؒ۔

الٰہی بحرمت غوث اوان محبوب رحمان حافظ قرآن وسیلتنا الی اللہ المجید حضرت شاہ احمد سعیدؒ۔

الٰہی بحرمت حاجی الحرمین الشریفین مقبول رب المشرقین والمغربین وسیلتنا الی اللہ الصمد حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مشکل کشا سید الاولیاء سند الاتقیاء زبدۃ الفقہاء راس العلماء رئیس الفضلاء شیخ المحدثین قبلۃ السالکین امام العارفین برھان المعرفۃ شمس الحقیقۃ فرید العصر وحید الزمان حاجی الحرمین الشریفین منظہر فیض الرحمٰن پیر دستگیر حضرت مولانا محمد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ لے

یاد رہے کہ مجموعہ فوائد عثمانی جس کو حضرت خواجہ محمد عثمانؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا سید محمد اکبر علی شاہ صاحب دہلوی حنفی نقشبندی مجددی نے مرتب کیا ہے۔ اس میں ملفوظات، مکتوبات، معمولات، عبارات، کرامات، خلفاء کے حالات اور دیگر مسائل تصوف کا بیان ہے۔ اس کا تعارف جامع نے ان الفاظ سے کرایا ہے کہ :

"این رسالہ است در احوال جناب خواجہ مشکل کشا سید الاولیاء سند الاتقیاء زبدۃ الفقہاء راس العلماء رئیس الفضلاء شیخ المحدثین قبلۃ السالکین امام العارفین برھان المعرفۃ شمس الحقیقۃ فرید العصر وحید الزمان حاجی الحرمین الشریفین منظہر فیض الرحمٰن پیر دستگیر حضرت مولانا محمد عثمان صاحب قلبی و روحی واھلی و مالی فداہ"

اور فوائد عثمانی کی تصحیح حضرت مولانا حسین علیؒ نے کی ہے اور جا بجا اس پر حواشی بھی تحریر فرماتے ہیں۔ اور

لے فوائد عثمانی ص۱۷

آخر میں صداقت نامہ بھی لکھا ہے، ان الفاظ کے ساتھ ------ حمد و صلوٰۃ کے بعد :

اما بعد فیقول الفقیر الحقیر المدعو بحسین علی انی طالعت هذا الکتاب من اوله الی آخره بامر سیدی ومولائی حضرت سیدی محمد سراج الدین لا زالت فیوضاته علینا فائضة نفعنا الله تعالی بهذا الکتاب والناظرین الآخرین آمین یا رب العالمین ۔

کہتا ہے بندہ فقیر جسکو حسین علی کے نام سے پکارا جاتا ہے کہ میں نے اس کتاب کا مطالعہ اوّل سے آخر تک اپنے آقا اور مرشد حضرت خواجہ محمد سراج الدینؒ کے حکم سے کیا ہے۔ ان کے فیوضات ہم پر ہمیشہ فائض۔ اللہ تعالٰے اس کتاب سے ہم کو فائدہ پہنچائے۔ اور دوسرے ناظرین کو بھی۔ آمین یا رب العالمین۔

اسی فوائد عثمانی میں ہے کہ :

فرمودند (لطیفہ) اکثر تنازعات دین و دنیا از حب جاہ و ریاست اند کہ صادق و مصدوق فرمودہ حب الدنیا راس کل خطیئة چنانچہ تنازعات "لامذہبیان" و اہل وجاعت" درباب امداد اولیاء کرام ورنہ ہیچکس از اہل اسلام قائل نیست کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء اللہ استقلالاً ضار و نافع اند اگر ہستند سبب ہستند و انکار ایشان محض خالی از عناد نیست چراکہ در ہمہ کار عادۃ اللہ جاری ست کہ مسبب بسبب باشد۔

حضرت خواجہ محمد عثمانؒ نے فرمایا کہ اکثر دین و دنیا کے تنازعات اور جھگڑے حب جاہ اور ریاست کی طلب کی وجہ سے واقع ہوتے ہیں کیونکہ صادق و مصدوق (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے۔ کہ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی اصل اور جڑ ہے۔ جیسا لامذہبوں اور اہل سنت کے تنازعات اولیاء کرام کی امداد کے متعلق ہیں۔ ورنہ اہل اسلام میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہ ہوگا کہ اولیاء کرام کو استقلالاً نافع اور ضار کہتا ہو مگر ہیں تو محض سبب ہیں۔ اور ان (لامذہبوں) کا انکار محض عناد کی وجہ سے ہے کیونکہ عادۃ اللہ جاری ہے۔ تمام کاموں میں مسبب سبب کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے مسئلہ استمداد پر روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عزیزی سے ہم نقل کرتے ہیں :

"سوال ---- انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام شہداء عظام اور صلحاء عالی مقام سے ان کی وفات کے بعد اس طرح استمداد کرنا کہ اے فلاں حق تعالیٰ سے میرے لئے آپ حاجت طلب کریں اور میرے لئے سفارش کریں اور میرے لئے دعا کریں کیا یہ بات درست ہے یا نہیں؟

جواب ---- اموات سے استمداد خواہ قبور کے نزدیک ہوں یا غائبانہ بلاشبہ بدعت

ہے۔ اور صحابہ اور تابعین کے زمانے میں نہیں تھا۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ یہ کس قسم کی بدعات میں سے ہے۔ آیا بدعت سیئہ ہے یا بدعت حسنہ[ل] اور نیز حکم بھی مختلف ہوتا ہے استمداد کے طرق کے مختلف ہونے سے اگر استمداد اس طریق پر ہو جس طرح سوال میں مذکور ہے تو ظاہر ہے کہ یہ جائز ہے۔ اس لئے کہ اس صورت میں شرک نہیں ہوتا یہ اس طرح ہی ہے جس طرح صلحاء سے دعاء اور التجا کیلئے ان کی زندگی میں استمداد کی جاتی ہے۔ اگر دوسری طرح ہو گی تو اس کا حکم بھی اسی کے موافق جدا ہوگا۔ اور حدیث شریف میں حاجت براری کے لئے اس طرح وارد ہوا ہے کہ حضرت عثمان بن حنیف رضی سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ آپ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے عافیت دے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم صبر کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہو گا اس نے کہا کہ حضرت آپ دعا فرمائیں آپ نے حکم دیا کہ وضو کرو اور پھر یہ دعا مانگو " اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک۔ الخ "[۲]

نیز شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ " اور استمداد کی صورت یہی ہے کہ محتاج انسان اپنی حاجت طلب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کسی بندہ مکرم کی روحانیت کے توسل سے جو کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرب و برگزیدہ ہوتا ہے اور محتاج یہ کہتا ہے کہ اے بندہ خدا! اور اے اللہ کے ولی میرے لئے سفارش کر اور اللہ تعالیٰ سے میرے لئے مطلوب کو طلب کر تاکہ اللہ تعالیٰ میری حاجت کو پورا کرے بندہ تو درمیان میں صرف وسیلہ ہی ہے۔ قادر اور معطی اور مسئول تو پروردگار ہی ہے اور اس میں کسی قسم کا شائبہ شرک بھی نہیں جیسا کہ (توسل کے) منکر نے وہم کیا ہے اور یہ بالکل اسی طرح ہے جیسا کہ توسل اور طلب دعا صلحاء اور دوستان خدا سے حالت حیات میں کرتا ہے اور یہ بالاتفاق جائز ہے تو یہ توسل بعد از وفات کیسے ناجائز ہو گا کیونکہ ارواح کاملین میں حین حیات اور بعد از ممات کچھ فرق نہیں سوائے اس کے کہ کمال کیطرف ترقی ہوتی ہے۔ چنانچہ شرح مشکوٰۃ میں ہے اور شرح صدور میں سیوطی رح نے مفصل ذکر کیا ہے اور احادیث و روایات متعدد طرق سے بیان کی ہیں۔[۳]

[ل] یاد رہے کہ "بدعت حسنہ" ان علماء حق کی اصطلاح میں وہی ہوتی ہے جو سنت کے مخالف نہ ہو جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی رح نے فرمایا ہے کہ ہر بدعت ضلالت ہے۔ اور اسکی تفریق درست نہیں اور جسکو علماء بدعت حسنہ کہتے ہیں وہ سنت کی قسم ہی ہوتی ہے۔ جیسے صلوٰۃ تراویح پر حضرت عمر رض نے نعمت البدعۃ ہذہ کا اطلاق فرمایا ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف اور دیگر کتب احادیث میں موجود ہے۔ فافہم۔ ۱۲ سواتی

[۲] فتاویٰ عزیزی ص ۸۹ ج ۱ [۳] ایضاً ص ۱۰۸ ج ۲

حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ صراطِ مستقیم میں فرماتے ہیں :" افادہ ۴ ــــ منجملہ صوفی شعار مشرکین کی بدعات میں سے جو کہ خواص و عوام اہلِ زمانہ میں عموماً اور ملک ہندوستان میں خصوصاً شہرت یافتہ ہیں۔ اور بعضے مقبولانِ حق بھی اس میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ وہ ہے مرشد کی تعظیم میں اس درجہ کا افراط کہ اس کے خدا ہونے یا نبی ہونے کا اعتقاد ظاہر ہو پس ضروری بات ہے کہ اس معاملہ کی حد اعتدال کو سمجھ لینا چاہیے۔ جس کا بیان یہ ہے کہ :

مرشد بلاریب وسیلہ راہ خدائے تعالیٰ است ــ مرشد بلاشبہ راہ خدا کا وسیلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ

قال اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ ــ نے فرمایا ہے کہ اے ایمان والو ! اللہ سے ڈرو

وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ ــ اور اسکی طرف پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو

لعلکم تفلحون۔ (المائدہ) ــ اور اسکے رستہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

اس آیت میں فلاح کے لئے چار چیزیں مقرر فرمائی ہیں۔ ایک ایمان دوسری تقویٰ تیسری طلب وسیلہ اور چوتھی چیز اللہ کی راہ میں جہاد اہلِ سلوک اس آیت سے سلوک کی طرف اشارہ سمجھتے ہیں اور مرشد کو وسیلہ جانتے ہیں۔ اس لئے مرشد کی تلاش حقیقی فلاح اور یقینی کامیابی کے لئے مجاہدہ سے پہلے ضروری ہے اور سنۃ اللہ بھی اسی طرح جاری ہے۔ لہذا مرشد کے بغیر کامیابی بہت نادر ہے۔ پس مرشد ایسا پکڑیں کہ وہ کسی طرح بھی شریعت کے مخالف نہ ہو اور صراطِ مستقیم یعنی قرآن و حدیث پر راسخ القدم ہو ایسے شخص کو اپنا مرشد اور ہادی ٹھہرائیں۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ مرید ہر حال میں مرشد کے اتباع کو منظور خاطر رکھے۔ بلکہ مطلق پیشوا تو شرح شریف کو جانے اور بالاصالہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا متبع ہو۔ اور جس چیز کا بھی شرع شریف کے مطابق حکم دے اس کا اتباع کرے اور دل و جان کے ساتھ اس کو قبول کرے اور شریعت کے مباح امر کو مرشد کے حکم سے لازم جانے اور جو کچھ شریعت کے خلاف کہے تو ہرگز اس کا اتباع نہ کرے بلکہ اس کو رد کر دے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے : لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق : یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت ہرگز نہ کرنی چاہیئے اور مرشد کی محبت بھی بایں طور ہونی چاہیئے کہ اپنے مال و جان کو مرشد کی رضا اور اس کے آرام کی خاطر صرف کرے اور دنیا کی کسی چیز کو اس کی رضا سے زیادہ عزیز نہ جانے کیونکہ جو فائدہ مرشد سے حاصل ہوگا وہ دنیا کے تمام منافع سے ہزارہا درجہ بہتر ہے لیکن مرشد کی محبت اسطرح ممنوع ہوگی کہ اللہ و رسول کی نافرمانی کو مرشد کی محبت کے سامنے گوارا کرے کیونکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے دربار سے دور کرنے کا موجب ہے تمام قسم کی محبتیں اور حقوق کی اصل اللہ تعالیٰ کی محبت اور حق ہے۔ اللہ کی محبت اور اس کے حق کے سامنے

کسی اور کی محبت اور حق کو خیال میں لانا اللہ تعالیٰ سے محجوب اور اس کی عنایتوں سے محروم ہوتا ہے۔ اگر پیر کے ساتھ بیعت کرنے کے بعد طالب حق کو اس پیر میں کوئی منکر کام معلوم ہو جائے تو اس کو نصیحت کرنی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے دعا کرنی چاہیئے اور اگر وہ باز نہ آئے اور اس برے کام کو نہ چھوڑے تو اگر وہ کام فساد عقیدہ سے تعلق رکھتا ہے تو اس سے بیعت توڑ دے اور اگر وہ کام فسادِ عقیدہ کی قسم سے نہ ہو تو بیعت نہ توڑے لیکن ایسے مرشد کو آزمائش میں مبتلا خیال کرے اور اس کام میں اس کی پیروی کرنا حرام جان کر اس ابتلاء سے اسکی نجات کے لئے ظاہری اور باطنی کوشش کرتا رہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے منظوم شجرہ طریقت جو سلاسلِ طیبہ میں درج ہے، اور اس کے علاوہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بھی مناجات مقبول میں ان کو درج کیا ہے۔ حضرت نانوتویؒ کا شجرہ منظومہ تو کافی طویل ہے بطور نمونہ کے ہم چند اشعار اس کے نقل کرتے ہیں تاکہ مسئلہ توسل پر روشنی پڑ سکے۔

بحق مقتدائے عشق بازاں	رئیس و پیشوائے مقتدایاں
امام راست بازاں شیخ عالم	ولی خاص صدیق معظم
شہ والا گہر امداد اللہ	کہ بہر عالم است امداد اللہ

آخر میں فرماتے ہیں کہ:

بآں کو رحمۃ للعالمین ست	بدرگاہت شفیع المذنبین است
بحق سرور عالم محمد	بحق بہتر عالم محمد
بچشم لطف اے حکم تو بر سر	بحال قاسم بے چارہ بنگر

اس شجرہ کا ابتدائی شعر اس طرح ہے:

الٰہی غرق دریائے گناہم	تو میدانی و خود ہستی گواہم

حضرت مولانا گنگوہیؒ کا شجرہ منظومہ:

شیدی شیخی رشید احمد امام وقت خویش[1]	دہ مرا صادق یقین از بہر جانش اے غنی
بہر امداد و بنور و حضرت عبدالرحیم	عبد باری عبد ہادی عضد دیں مکی دلی
ہم محمدی و محب اللہ و شاہ ابوسعید	ہم نظام الدین جلال و عبد قدوس و احمدی
ہم محمد عارف و ہم عبد حق شیخ جلال	شمس دیں ترک و علاء الدین فرید جود غنی
قطب دیں و ہم معین الدین و عثمان و شریف	ہم بودود و ابو یوسف محمد احمدی
بو اسحاق و ہم بمشاد و هبیرہ نامور	ہم حذیفہ و ابن ادہم ہم فضیل مرشدی
عبدواحد ہم حسن بصری علی فخر دیں	سید الکونین فخر العالمین بشری نبی
پاک کن قلب مرا تو از خیال غیر خویش	بہر ذات خود شفایم دہ ز امراض دلی

---

[1] یہ پہلا شعر حضرت مولانا شاہ اشرف علیؒ نے اضافہ فرمایا ہے۔ باقی اشعار حضرت گنگوہیؒ کے ہیں۔ ۱۲۔ سواتی